سُورَةُ البَقَرَةِ مَدَنِيَةٌ

بقرة آية: 255 البلاغة

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ٢٥٥

انطوت هذه الآية على أهم المسائل المتعلقة بالذات الإلهية. روى أبو هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «لكل شيء سنام، وإن سنام القرآن البقرة. وفيها آية هي سيدة آي القرآن، وهي آية الكرسي».

یہ آیت ذات الٰہی کے بارے میں بہت سے اہم مسائل پر مشتمل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۃ البقرہ ہے اور اس میں وہ آیت ہے جو قرآن مجید کی آیات کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔

ونلخص فيما يلي فنون البلاغة المنطوية فيها:

(١) الاستعارة التصريحية في قوله: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ﴾ فالكلمة مجاز عن علمه تعالى أو ملكه، وتصوير صحيح لعظمته، حذف المشبه وهو العلم والقدرة والعظمة وما يترتب على الجلوس فوق كرسي الملك من معاني الأبهة والإحاطة الجامعة.

اِسْتِعارَة: The use of words to indicate something different from the literal meaning.

استعارہ کا لغوی مفہوم:

استعارہ کے لغوی معنی عارضی طور پر مانگ لینا، عاریتاً مانگنا، اُدھار مانگنا ہیں۔

استعارہ وہ مجاز ہے، یعنی حقیقی معنی کا لباس عاریتاً مانگ کر مجازی معنی کو پہنانا استعارہ کہلاتا ہے، اس میں لفظ اپنے لغوی معنی ترک کر کے لسانی سیاق و سباق کے اعتبار سے مجازی معنی (نئے معنی) اختیار کرتا ہے، جیسے

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" (ابراہیم:۱)

(اے نبی!) یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف

© copy rights reserved

یہاں "الظُّلُمَاتِ" سے گمراہی اور "النُّورِ" سے ہدایت مراد ہے، جو ان کا حقیقی معنی نہیں، بلکہ مجازی معنی ہے، لیکن معنی حقیقی اور معنی مجازی میں تشبیہ کا علاقہ ہے، اس طور پر کہ جس طرح "النُّور" سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے اسی طرح ایمان سے بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور جس طرح "الظُّلُمَاتِ" سے رہنمائی نہیں ملتی تو اس طرح گمراہی سے بھی رہنمائی نہیں ملتی۔اس لیے گمراہی کو "الظُّلُمَاتِ" اور ہدایت کو "النُّورِ" کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

الفاظ کا استعمال ایسے کیا جائے جس سے اشارہ ملے کہ الفاظ اصل معنی سے ہٹ کر مختلف معنی میں استعمال ہو رہے ہیں۔

ارکانِ استعارہ کا بیان

استعارہ کے بنیادی طور پر چار ارکان ہیں، جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔۔۔**لفظ مستعار(لفظ منقول)**:وہ لفظ جو مستعار منہ کے معنی پر دلالت کرے، جیسے مذکورہ مثال میں "الظُّلُمَاتِ" اور "النُّورِ" کے لفظ ہیں۔

۲۔۔۔**معنی مستعار لہ(مشبہ)**: وہ چیز جس کے لیے کوئی لفظ یا خوبی ادھار لیا جائے، جیسے مذکورہ مثال میں ضلالت اور ہدایت مستعار لہ ہیں، یعنی ضلالت کے لیے "الظُّلُمَاتِ" اور ہدایت کے لیے "النُّورِ" کا لفظ ادھار لیا گیا ہے۔

۳۔۔۔**معنی مستعار منہ(مشبہ بہ)**:وہ چیز جس سے کوئی لفظ یا خوبی مستعار لی جائے، جیسے مذکورہ مثال میں "الظُّلُمَاتِ" اور "النُّورِ" کے معانی مستعار منہ ہیں

لہٰذا مثال مذکور میں ''ضلال'' اور ''ھدی'' مستعار لہ ہیں اور ''ظلام'' اور ''نور'' کے معنی مستعار منہ ہیں اور لفظ ''الظلمات'' اور ''النور'' مستعار ہیں۔

۴۔۔۔**وجہ جامع(وجہ شبہ)**: مستعار لہ اور مستعار منہ میں جو وصف اور خوبی مشترک ہو اسے وجہ جامع کہتے ہیں، جیسے مذکورہ مثال میں تاریکی اور رہنمائی ہے[۱]۔

استعارہ میں تین چیزوں (مستعار، مستعار منہ اور مستعار لہ) کا ضروری ہوتا ہے ۔

تصريحية: clearly express صاف لفظوں میں کہنا، کھول کر بیان کرنا

ہم اس آیت میں موجود فنون کو بالاختصار بیان کرتے ہیں:

1۔استعارہ تصریحیہ:

وہ استعارہ ہے، جس میں مستعار منہ صراحتً مذکور ہو

استعارہ تصریحیہ کو استعارہ مصرحہ، تحقیقیہ، حقیقیہ، محققہ، اور عقلیہ بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالی کے فرمان وسع کرسیہ السماوات والأرض میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ یہ کلمہ اللہ کے علم یا اس کی بادشاہت سے مجاز ہے، اور اس کی عظمت کی صحیح تصویر ہے۔

(یہ بات بالکل غلط ہے اور اللہ تعالی کی صفات کی تاویل ہے، مصنف معتزلہ کے موقف کو ثابت کرنا چاہتا ہے)

اس میں علم، قدرت، عظمت اور بادشاہ والی کرسی پر بیٹھنے میں جو عظمت، شان وشوکت اور مکمل احاطے کے جو معانی پائے جاتے ہیں وہ مشبہ ہیں اور ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

ملاحظة ابن قتيبة :

على أنَّ ابن قتيبة لاحظ في كتابه «مشكل القرآن» أن هذا يخالف نصوص اللغة . ورد على المعتزلة في آرائهم ، قال ما نصه :

ابن قتیبہ کا ملاحظہ:

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب مشکل القرآن میں یہ پوائنٹ ذکر کیا ہے کہ یہ بات لغت کی نصوص کے خلاف ہے اور انہوں نے معتزلہ کی آراء کا رد کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

وفسروا القرآن بأعجب تفسير يريدون أن يردّوه إلى مذاهبهم ، ويحملوا التأويل على نحلهم ، فقال فريق منهم في ﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ﴾ أي : علمه . وجاؤوا على ذلك بشاهد لا يعرف وهو قول الشاعر : ولا يكرسىء علم الله مخلوق . كأنه عندهم : ولا يعلم علم الله مخلوق . والكرسي غير مهموز ، ويكرسىء مهموز ، يستوحشون أن يجعلوا لله كرسياً

انہوں (معتزلہ) نے قرآن مجید کی عجیب تفسیر کی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اسے اپنے مذہب کی طرف موڑ کر لے جائیں اور اس کی "تفسیر کو اپنے عقیدے پر محمول کر لیں۔ تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا: وسع کرسیہ السماوات والأرض سے مراد اس کا علم ہے اور انہوں نے اس پر ایک غیر معروف شاہد بھی پیش کیا ہے جو کہ شاعر کا قول ہے کہ

"وَلَا يكرسئ عِلْمِ اللَّهِ مَخْلُوقٌ." یہ ان کے ہاں "اللہ کے علم کو مخلوق نہیں جان سکتی" کے معنی میں ہے۔

حالانکہ کرسی کے لفظ میں ہمزہ نہیں ہے، یہ لفظ غیر مہموز ہے اور یکرسئ مہموز ہے۔ وہ اللہ کے لیے کرسی کا اقرار کرنے سے ڈرتے ہیں۔

 © copy rights reserved

ولكننا لا نوافق ابن قتيبة على رأيه ، فإن كثيرين من أهل السنة ذهبوا إلى ذلك .

رأي التّفتازانيّ :

قال التفتازاني: إنه من باب إطلاق المركَّب الحسيِّ المتوهم على المعنى العقلي المحقق .

(اعراب القرآن کا مصنف کہتا ہے) لیکن ہم ابن قتیبہ کی اس رائے سے متفق نہیں۔ بہت سے اہل سنت نے یہ رائے اختیار کی ہے۔

تفتازانی کی رائے ہے کہ یہ مرکب حسی متوہم sensual delusional کو عقلی محقق Investigator's mind معنی پر اطلاق کیا گیا ہے۔ یعنی کرسی کا لفظ بول کر اس سے مراد تو ایک عقلی طور پر ثابت شدہ معنی لیا گیا ہے یعنی اللہ کا علم وغیرہ جب کہ اس کے لیے ایک حسی مرکب (کرسی) استعمال کیا گیا ہے۔

رأي القرطبيّ :

وفي تفسير القرطبي : «وقال ابن عباس : كرسيّه : علمه ، ورجحه الطبري . وقيل : كرسيه : قدرته التي يمسك بها السموات والأرض ، كما تقول : اجعل لهذا الحائط كرسياً ، أي : ما يعمده .

وهذا قريب من قول ابن عباس . وهذا بحث طويل يتشعب فيه الجدال ، بين أهل السنة والاعتزال ، فليرجع فيه إلى المطولات .

اور تفسیر قرطبّی میں ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کرسیہ سے مراد اللہ کا علم ہے۔ اور امام طبری نے اسے راجح قرار دیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ کی کرسی سے مراد اللہ کی وہ قدرت ہے جس کے ساتھ وہ آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں: اس دیوار کو کرسی بنالو، یعنی ایسی چیز بنالو جس پر اعتماد اور سہارا ہو یا ٹیک لگاؤ۔

اور یہ بات ابن عباس کے قول کے قریب ہے اور یہ ایک لمبی بحث ہے جس میں اہل سنت اور معتزلہ کے لمبے لمبے جھگڑے موجود ہیں تو اس کے لیے بڑی کتابیں دیکھ لیں۔

(٢) الإيجاز : فقد تضمنت آية الكرسي من الإيجاز مالا مطمح فيه لتقليد أو محاكاة ، ويمكن القول : إن البيان اتحد بالمبين في تصوير الملك الحقيقي الذي لا ينازع فيه بأرشق عبارة ، وأدق وصف ، وفيها ما يسمى بالفصل في علم المعاني ، وهو حذف العاطف للدلالة على أن كل صفة من صفات هذا الملك العظيم مستقلة بنفسها ، وذلك على النحو التالي :

الِایجُاز

جو بھی معانی دل میں آتے ہیں۔ تین طریقوں سے ان کی تعبیر ممکن ہے۔(ایجاز،اطناب، مساوات)

ایجاز یہ ہے کہ الفاظ معنی مقصود سے کم ہوں، لیکن مقصود مکمل طریقے سے واضح ہو جائے۔یعنی وہی مختصر عبارت معنی مقصود کو ادا کرنے کے لیے کافی ہو۔

آیت الکرسی میں بھی ایجاز یعنی اختصار ہے۔جو اس کے الفاظ کے معنی پر غور کرنے سے دل تک پہنچتا ہے

2۔ایجاز:

آیت الکرسی میں ایسا ایجاز اور اختصار موجود ہے جس کی نقل اور اسے بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں حقیقی بادشاہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے بیان اور جس کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے یہ دونوں خوبصورت عبارت اور دقیق وصف کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں۔

عِلْمُ المعانِی : ھُوَعِلْمٌ یُعرفُ بِہ اَحوَالُ اللَّفظِ العَربِیّ اَلَّتی بِھَا یُطَابِق مُقتَضَی الحَالِ، فَتختَلِفُ صُوَرُالکَلَامِ لِاختِلَافِ الَاحوَالِ، مَثالُ

3– عِلْمُ المَعانِی:

وہ علم ہے جس کے ذریعے لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جائے جن کے ذریعے کلام کو مقتضائے حال کے مطابق لایا جائے۔ لہذا جس جس طریقے سے احوال میں اختلاف پایا جائے گا اس طرح کلام کی صورتوں میں بھی تبادیلی ہوتی رہے گی۔یعنی کلام کی صورتیں احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہیں۔اور اس میں علم معانی میں جسے فصل کہا جاتا ہے وہ بھی موجود ہے

البابُ فِی الوَصْلِ وَ الَفصْلِ

الوَصلُ عَطفُ جُمَلِةٍ عَلٰی اُخرٰی وَالفصلُ ترْکُہ، وَ الکَلَامُ ھٰھُنَا قَاصِرٌعَلٰی العطفِ بِالوَاوِ لِاَنَّ العطفَ بِغَیرِ ھَالَایَقَعُ فِیہِ اشتِرَاک، وَلِکُلٍ مِنَ الوَصلِ بِھَا وَالفصلِ مَوَاضِعُ

باب وصل اور فصل کا بیان:

بلاغۃ کے اصول وصل ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا ہے۔اور" فصل " سے مراد ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف نہ کرنا ہے۔

حرف عطف دس ہیں۔ لیکن یہاں بحث صرف "واؤ" کے متعلق ہے۔ کیونکہ "واؤ" کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ سے عطف میں کوئی شبہ نہیں ہوتا ہے۔ صرف "واؤ" ہی ایک ایسا حرف ہے۔ جس کے ذریعے اشتباہ ہوتا ہے۔

آیۃ الکرسی میں بلاغۃ کا قاعدۃ "علم المعانی" کا وہ اصول "فصل" بھی موجود ہے

وہ اس طرح کہ پوری آیۃ الکرسی میں "عاطف (حرف عطف) کو اس بات پر دلالت کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا ہے کہ عظیم بادشاہ (اللہ) کی ہر صفت بذات خود قائم اور مستقل ہے۔ (یعنی پوری آیت الکرسی میں کوئی حرف عطف نہیں ہے)۔

اس اصول کا مشاہدہ درذیل انداز پر مشتمل ہے۔

آ ـ الجملة الأولى: ﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ﴾
وقد بيّن فيها قيامه سبحانه بتدبير الخلق وتنسيق شؤونهم، وإحكام معايشتهم وهيمنته عليهم، دون أن يكون ساهياً عنه طرفة عين.

ا۔ پہلے جملے "الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة و لا نوم" میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی مخلوقات کے معاملات کی تدبیر کرتے ہیں اور ان کے معاملات کو منظم کرتے ہیں، ان کی معیشت کو مضبوط کرتے ہیں اور لمحہ بھر بھی ان سے غافل ہوئے بغیر ان کی نگرانی کرتے ہیں۔

ب ـ الجملة الثانية: ﴿ لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ﴾ وقد بيّن فيها أنه مالك لما يدبره غير منازع في ملكه.

ب۔ دوسرے جملے "له ما في السماوات وما في والأرض" میں یہ ہے بیان کیا گیا ہے کہ وہ جن چیزوں کی تدبیر کرتا ہے ان کا وہ بلا شرکت غیر مالک ہے۔

ج ـ الجملة الثالثة: ﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ﴾ وقد بين فيها كبرياء شأنه وتضاؤل الجميع أمام قدرته التي لا تحدّ.

ج۔ تیسرے جملے "من ذا الذي يشفع عنده إلا بإذنه" میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی شان بلند ہے اور سب اس کی غیر محدود قدرت کے سامنے بے بس ہیں۔

د ـ الجملة الرابعة : ﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ وقد صور فيها إحاطته بأمور الخلق وأحوالهم بحيث لا يغرب عنه شيء .

د۔چوتھے جملے"ولا يحيطون بشيء من علمه إلا بما شاء" اس بات کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ اللہ تعالی مخلوق کے تمام معاملات کا اس طرح گھیراؤ کیے ہوئے ہیں کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

هـ ـ الجملة الخامسة : ﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ﴾ إلى آخر الآية ، وقد نوّه فيها بتعلقه بالمعلومات كلها وكل شيء عنده بمقدار .

ھ۔پانچویں جملے"وسع كرسيه السماوات والأرض ..... آیت کے آخر تک"میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تمام معلومات سے تعلق رکھتا ہے اور ہر چیز اس کے پاس ایک مقدار کے ساتھ موجود ہے۔

4۔ایجاز الایجاز: آیت الکرسی بھی ان چیزوں پر مشتمل ہے جب پر اللہ تعالی کی آیات میں سے کوئی بھی آیت مشتمل ہوتی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالی کا نام سترہ بار موجود ہے کہیں ظاہر اور کہیں مضمر۔اور اس کی ترتیب یہ ہے۔

1۔ الله

2۔ هو

3۔ الْحَيّ

4۔ القيوم

5۔ لا تاخذه میں ضمير

6۔ له کی ضمير

7۔ عنده کی ضمير

8۔ باذنه کی ضمير

9۔ يعلم کی ضمير

10۔ علمه کی ضمير

11۔ شاء کی ضمير

12۔ كرسيه کی ضمير

13۔ يؤوده کی ضمير

14۔ وهو

15۔ العلى

16۔ العظيم

١٧ ـ الضمير المستكنّ الذي اشتمل عليه المصدر وهو «حفظهما» فإنه مصدر مضاف إلى المفعول، وهو الضمير البارز، ولابد له من فاعل وهو الله ،ويظهر ذلك عند فكّ المصدر فيقول: ولا يؤوده أن يحفظهما هو

17۔ حِفْظُهُمَا کامصدر مُسْتَکِن hidden ضمیر پر مشتمل ہے۔ چونکہ مصدر "حِفْظُ "مفعول کی ضمیر بارز (ظاہر)"ھُما "کی طرف مضاف ہے تو ضروری ہے کہ اس مفعول کا فاعل بھی ہو۔ لہذا وہ فاعل اللہ ہے جو ضمیر کی شکل میں مصدر " حِفْظُ "میں موجود ہے۔اور یہ بات مصدر کو کھول کر پتہ چل جاتی ہے۔اور یہ ضمیر تب ظاہر ہو جائے گی جب آپ مصدر کی ترکیب کریں گے۔ ۔فک مصدر کے ساتھ ہم کہیں گے (وَلَا یَـٔوْدُہٗ اَنْ یَحْفَظَھُمَا ھُوَ) یعنی یہ بات اللہ کو نہیں تھکاتی کہ وہ ان دونوں (آسمان وزمین) کی حفاظت کرے۔

وقد حاول أحد الأعلام أن يوصلها إلى واحد وعشرين موضعاً، ويعتبر الأسماء المشتقة الواردة فيها تحتاج إلى ضمير كالحي والقيوم والعلي والعظيم، فيكون كل واحد باثنين، وبذلك يضاف أربعة مواضع إلى المواضع السبعة عشر، فيكون المجموع واحداً وعشرين موضعاً. وقد نازعه علم آخر فقال:

اور بعض علماء نے تو آیۃ الکرسی میں مذکور اللہ کے ناموں کی تعداد کو بڑھا کر 21 تک پہنچایا ہے۔اور اس میں جو مشتق اسماء آئے ہیں انہیں بھی ضمیر کا محتاج قرار دیا ہے جیسے ﴿ اَلْحَيُّ ، اَلْقَیُّوْم ، اَلْعَلِيُّ ، اَلْعَظِیْم ﴾ تو یہ سب دو دو ہو جائیں گے اور اس طرح اس سترہ مقامات کے ساتھ چار مقامات اور مل جائیں گے تو کل اکیس ہو جائیں گے۔

هذا لطيفٌ جداً، ولكن المشتق لا يقع على موصوفه إلا باعتباره محتملاً لضمير، فلا يمكن أن يتميز بحكم الانفراد عن الضمير، ولهذا فالاسم المشتق لا يحتمل الضمير بعد صيرورته بالتسمية علماً، ألا تراك إذا قلت: زيد كريم فإن «كريم» لم يقع على زيد إلا لأنه يتحمل ضميره، حتى إذا جَرَّدت النظر إليه لم تجده مختصاً بزيد، بل لك أن توقعه على كل موصوف بالكرم من الناس. وهذا من أدق مباحث علم المعاني، فتدبَّره، والله يعصمك.

اس سے اختلاف کرتے ہوئے ایک اور اہل علم نے کہا ہے کہ یہ بہت دقیق بات ہے مشتق اپنے موصوف پر صرف اس طرح واقع ہوتا ہے کہ اس میں ضمیر کی موجودگی ہوتی ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ضمیر سے الگ ہو کر کسی حکم کے ساتھ مُمَيَّز distinguished ہو سکے۔

 © copy rights reserved

اس لیے اسم مشتق کو جب "عَلم" بنا دیا جائے تو پھر اس میں ضمیر باقی نہیں رہتی۔۔ جب آپ "زید کریم" کہتے ہیں تو "کریم" میں کرم کی صفت اس وقت تک زید سے نہیں جڑ سکتی جب تک آپ کریم میں ضمیر کو نہ مانیں جو زید کی طرف لوٹتی ہو۔ اس لحاظ سے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف زید ہی کریم ہے بلکہ آپ ہر اس شخص کو کریم کہہ سکتے ہیں جس میں کرم کی صفت پائی جاتی ہو۔ حتیٰ کہ اگر آپ اس پر غور کریں تو یہ لفظ صرف زید کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ اسے لوگوں میں کرم کے ساتھ موصوف ہر بندے پر منطبق applicable کر سکتے ہیں۔

آیۃ الکرسی میں مذکور اللہ کے ناموں کی تعداد 17 ہی ہے۔ کیونکہ ﴿ اَلْحَيُّ ، اَلْقَيُّوْم ، اَلْعَلِيُّ ، اَلْعَظِيْم ﴾ کو اسمائے مشتقہ ماننے سے پھر یہ کسی کی بھی صفت بن سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر موجود ضمیر کا مرجع کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ اگر ہم ان کو علم مان لیں تو پھر یہ صرف اللہ کے نام ہیں جو مخلوق میں کسی کے لئے جائز نہیں۔

یہ علم المعانی کی دقیق ترین مباحث میں سے ہے۔ اسے سمجھ لیجئے۔ اللہ آپ کو محفوظ رکھے۔ اللہ اعلم

 © copy rights reserved